السلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ

اللہ تعالی کی ذات مبارک کو عقلا سمجھائیں اور ثابت کریں ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اللہ تعالی کی ذات پاک کے وجود کے منکر ہر زمانہ میں بہت تھوڑے رہے ہیں، اکثریت ان لوگوں کی رہی ہے جو اللہ کے وجود کے تو انکاری نہیں ہیں، لیکن اللہ کے ساتھ شرک کرتے چلے آرہے ہیں۔ قرآن کریم سورہ یوسف میں ہے :

(وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ (یوسف:١٠٦

''اکثر لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے بھی اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔''

اللہ تعالی کے وجود کا انکار حد درجہ کی جہالت ہے، سوائے اس آدمی کے جو اپنے عقل کا دیوالیہ کر بیٹھا ہو، دوسرا کوئی آدمی خالق کائنات وجود کا منکر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہی سبب ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں جن گمراہ قوموں کا تذکرہ کیا ہے، وہ سب کی سب مشرک تھیں۔ ان میں سے کوئی بھی دہریا اللہ کی ذات کے وجود کا انکاری نہ تھا اور جتنے بھی انبیاء کرام علیہ السلام ان قوموں کی طرف مبعوث ہوئے، انہوں نے توحید کی تبلیغ کی اور شرک کی تردید کی اللہ کے وجود کے منکر سے شاید ہی سابقہ پڑا ہو۔ سورہ ابراہیم میں ہے۔

(قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (ابرہیم:١٠

''ان قوموں کے رسولوں نے فرمایا کہ کیا اللہ کے بارے میں شک ہو سکتا ہے جو زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے؟''

یہ سوال ایک عقل سلیم رکھنے والے سے ہے، یعنی ہر عقل سلیم رکھنے والا انسان کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز دیکھ کر سمجھ جاتا ہے کہ کہ کسی کاریگر کی بنائی ہوئی ہے۔ کیونکہ کسی عقل مند انسان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ ہی نہیں سکتی اور نہ ہی وہ اس کے ممکن ہونے کا تصور بھی کر سکتا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی بغیر صانع کے وجود میں آسکتی ہے، تو پھر یہ اتنا بڑا کارخانہ ہے زمین، آسمان سورج، چاند اور ستارے، پہاڑ، دریا، نہریں، سمندر، درخت، باغ اور باغیچے مطلب کہ یہ پوری کائنات بغیر خالق اور صانع کے کس طرح خود بخود وجود میں آگئی؟ اس طرح کی بے ہودہ بکواس کوئی عقل کا اندھا ہی کر سکتا ہے لیکن کوئی عقلمند ایسی واہیات بکواس کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔

تاریخ کی کتابوں میں عباسی خلافت کے وقت کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ اس وقت ایک دہریہ آیا جو کہ اللہ تعالی کے وجود کا انکاری تھا اور لوگوں سے خالق کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے عقلی دلائل مانگنے لگا۔ خلیفہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف آدمی بھیجا۔ امام صاحب کچھ دیر سے پہنچے ان سے دیر سے پہنچنے کا سبب دریافت کیا گیا، امام صاحب فرمانے لگے کہ میں دریائے دجلہ کے کنارے پر پہنچا تو دیکھا کہ کئی تختے جدا جدا پڑے ہیں جب میری نظر ان تختوں پر پڑی تو یہاں سے یہ تختہ بھاگا اور وہاں سے وہ تختہ بھاگا اور آکر آپس میں مل گئے اور ایک کشتی تیار ہوگئی، جس پر سوار ہو کر یہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں میری تاخیر کا یہی سبب ہے۔ اس پر دہریہ (خالق کا انکاری) کہنے لگا کہ واہ! آپ نے میرے مقابلہ کے لیے بلایا ہے جو ایسی بے عقل بات کر رہا ہے کہ الگ الگ تختے خود بخود بغیر کسی بنانے والے کے آپس میں مل کر ایک کشتی تیار ہوگئی، یہ تو سراسر بے عقلی کی بات ہے۔ اس پر امام صاحب کہنے لگے اے احمق، جاہل! تو صرف ایک کشتی کے خود بخود بننے کا انکاری ہوا اور بغیر بنانے والے کے اس کا بن جانا، بے عقلی کی بات تصور کرتا ہے تو پھر اتنے بڑے کارخانے کا خود بخود بغیر کسی صانع کے بن جانا اس پر تجھے کس طرح جرات ہوائی کہ تو یہ نظریہ رکھے تو احمق اور جاہل ہے۔ ایسا عقلی جواب سن کر دہریا لاجواب ہوگیا اور خلیفہ نے ان کی گردن مارنے کا حکم دے دیا۔

مقصود یہ تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کے وجود اور ہستی پر اس کائنات کا ذرہ ذرہ گواہ ہے۔

اس ذات پاک ہستی کا انکار سوائے عقل کے اندھے کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ دنیا کے مشہور بتیس (٣٢) یا اس سے بھی زیادہ سائنسدانوں نے اپنے سائنسی انکشافات اور تجربات علوم کی بنا پر یہ واشگاف اقرار کیا ہے کہ بیشک اللہ ہے۔ انہوں نے اپنے اس مستحکم عقیدہ پر سائنسی تجربات اور کئی دلائل پیش کیے ہیں وہ سارے ایک کتاب میں مذکور ہیں۔ وہ کتاب اصلا انگلش میں ہے جو (Godis) کے نام سے ہے۔ اس کا ترجمہ اردو زبان میں شائع ہوا ہے جس کا نام ہے ''خدا ہے'' وہ کتاب ہماری لائبریری میں موجود ہے۔

بہرحال اس حقیقت کا اتنا واضح ہونا اور اس پر تقریبا کائنات کے تمام عقلمندوں کے اتفاق کے باوجود بھی آج کل عقل کے اندھے کمیونسٹ اور سوشلٹ ''بے حیا باش وہرچہ خواہی کن'' کے مصداق اپنے عقل کے دشمن

بن کر اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنے اور ان کو سیدھے راستے سے ہٹانے کے لیے کھلم کھلا بے ہودہ سر آلاپ رہے ہیں کہ اللہ کی ذات ہے ہی نہیں اور اس کو عقل سے ثابت کرو وغیرہ وغیرہ اور جس طرح اللہ تعالی نے سورہ نمل :میں فرعون اور ان کے ساتھیوں کے متعلق فرمایا کہ

(وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا (النمل:١٤

ان کے دلوں نے تو حضرت موسی علیہ السلام کی حقانیت وصداقت کا یقین کرلیا لیکن باہر سے محض ظلم اور تکبر کی وجہ سے انہوں نے انکار کیا۔ اسی طرح یہ ظالم بھی اگرچہ اللہ کے وجود کو دل سے مانتے ہیں اور ان کو ان کا ضمیر جھنجوڑتا رہتا ہے لیکن محض ظلم، حدود توڑنے اور نفسیاتی خواہشات کی بے لگام پیروی کر کے زبان سے بے اختیار اللہ جل واعلی کی ہستی کا انکار کر رہے ہیں۔ اس لیے ہم یہاں پر کوئی بھی تین دلیل سائنٹیفک نمونے پر اپنے منصف ومزاج اور حق کے طالبوں پر عقل کی آواز پر کان لگانے والوں کے لیے تحریر کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ اللہ تبارک وتعالی اسی میں حق کے طالبوں کے لیے کافی اور شافی تسلی اور تشفی بخش رہنمائی کا سامان مہیا کرے گا۔ ((اللھم آمین

:۔۔۔۔۔۔ یہاں پر یہ دلیل ہم گو سائنٹیفک طور پر پش کر رہے ہیں، لیکن دراصل یہ قرآن کریم کی سورت مؤمنون کی اس آیت سے ماخوذ ہے (1)

(وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّاهُ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ (المومنون:١٨

''ہم نے نازل کیا آسمان سے ٹھیک اندازے کے مطابق ایک خاص مقدار میں پانی اور اس کو زمین میں ٹھہرایا اور ہم اس کو جس طرح چاہیں غائب کر سکتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ آغاز پیدائش میں اللہ تعالی نے ایک ہی وقت زمین پر اتنا پانی نازل فرمایا کہ قیامت تک کرہ ارض کی ضروریات کے لیے ان کے علم کے مطابق کافی تھا، وہ پانی زمین کے ہی نشیبی حصوں میں قرار پکڑ گیا جس سے سمندر اور نہریں وجو میں آئیں اور اسی ہی پانی سے زیر زمین یا (Sub-Soil-Water) پیدا ہوا۔

اب یہ اسی پانی کا ہی ہیر پھیر ہے کہ جو سردی گرمی اور ہواوں کے ذریعے ہوتی رہتی ہے۔ اسی کو ہی برف پوش پہاڑ، دریا، چشمے اور کنویں زمین کے مختلف حصوں میں پھیلاتے رہتے ہیں اور یہی بے شمار چیزوں کی پیدائش اور ترکیب میں شامل ہوتا ہے اور پھر ہوا میں تحلیل ہو کر اصل ذخیرے کی طرف واپس جاتا رہتا ہے، شروع دن سے لے کر آج تک اس پانی کے ذخیرے میں نہ ایک قطرہ کمی ہوئی ہے اور نہ ہی ایک قطرہ زیادہ کرنے کی ضرورت پش آئی ہے، یہ تو آیت کریمہ کا مطلب تھا، اب دلیل کی وضاحت کی جاتی ہے۔

آج مدسہ یا اسکول کے ہر ایک طالب کو معلوم ہے کہ وہ ہائیڈروجن اور آکسیجن کے دو گیسوں کے امتزاج یا ملنے کی وجہ سے بنا ہے اور یہ حقیقت بھی سائنسدانوں کے ہاں ہے کہ یہ سمندر وغیرہ بہت عرصہ پہلے اس طرح وجود میں آئے کہ ماضی میں ہائیڈروجن اور آکسیجن دونوں گیسیں ایک وقت میں زیادہ مقدار میں آپس میں ملیں جس کے نتیجے میں اوپر فضا سے بے حساب پانی گرا جو زمین کے نشیبی حصوں میں قرار پکڑ گیا جس کی وجہ سے سمندر وغیرہ وجود میں آگئے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر دہریہ یا کیمونسٹ کے کہنے کے مطابق اس کائنات کو چلانے والا یا پیدا کرنے والا جس کو اللہ کہا جاتا ہے وہ ہے ہی نہیں تو پھر وہ بتائیں کہ سائنسی انکشافات اور تحقیقات موجب جبکہ اب بھی فضا میں وہ گیسیں، ہائیڈروجن اور آکسیجن موجود ہیں تو پھر وہ آپس میں اس انداز میں کیوں نہیں ملتی جس انداز میں ماضی بعید میں آپس میں ملیں تھیں کہ جن کی امتزاج کی وجہ سے بڑی مقدار میں اوپر سے پانی گرا تھا کہ جس کی وجہ سے سمندر، نہریں یا زیر زمین پانی قرار پکڑ گیا۔ ظاہر ہے کہ آج بھی اگر وہ دونوں گیسیں آپس میں اس انداز سے ملیں تو اوپر سے بے انتہا پانی گرنا شروع ہو جائے کہ جس سے انسان بلکہ پوری جاندار چیزوں کا کیا حشر ہوتا، یہ ہر عقلمند جان سکتا ہے مگر آج وہ دونوں گیسیں اتنی بڑی مقدار میں آپس میں نہیں ملتیں، آخر کونسی ہستی ہے جس نے مخلوقات کی ضروریات کے مطابق دونوں گیسوں کو اتنے بڑے انداز میں ملا کر اتنا بڑا پانی کا ذخیرہ مہیا کیا، لیکن آج وہ ہستی ان دونوں گیسوں کو آپس میں اتنی بڑی مقدار میں ملنے نہیں دیتی۔ آخر وہ کون سی ہستی ہے؟ حالانکہ وہ دونوں گیسیں آج بھی فضا میں موجود ہیں مگر کون ہے جو ان کو اتنی بڑی مقدار میں ملنے سے روک رہا ہے؟

اسی طرح یہ بھی سوال ہے کہ آخر کون ہے جو پانی کے بخارات سے آکسیجن اور ہائیڈروجن کو الگ الگ کرتا ہے فضائی آکسیجن کو ہائیڈروجن کے ساتھ ملنے سے روک رہا ہے۔ مگر یقین رکھیے ان ملحد دہریوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دونوں گیسیں تو ایک اندھا، بہرا اور لاشعور مادہ ہے ان میں یہ سمجھ کہاں سے آئی کہ آج اگر ہم اتنی بڑی مقدار میں ملے جاندار چیزیں تباہ اور ہلاک ہو جائیں گی جبکہ ان مادوں میں کوئی شعور نہیں ہے تو لامحال ماننا پڑے گا کہ ایک قادر مطلق ہستی جو اپنی بے پناہ قدرت کے ساتھ ایک وقت میں مخلوقات کی ضروریات کے لیے ان کی تخلیق سے پہلے ان گیسوں کو اتنی انداز میں آپس میں ملایا جس سے بڑی مقدر میں اوپر سے پانی گرا، لیکن آج وہ قادر قدیر ہستی ان کو اتنی بڑی مقدار میں اس قدر ملنے سے روک رہی ہے، وہ ہستی ہے جس کو ہم اللہ سبحانہ وتعالی کہتے ہیں۔

بہر حال اس حقیقت باہرہ سے انکار کرنے کی جرات سوائے ضدی ملحد اور عقل کے دشمن دہریہ کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

مطلب کہ اس سوال کو ان کے پاس کوئی معقول جواب نہیں ہے۔ یہاں البتہ وہ جان چھڑانے کی خاطر یہ کہیں گے بلکہ کہتے بھی ہیں کہ ان باتوں میں ہم کیوں پڑیں یہ کسی طرح بھی ہے، لیکن ہمیں پتا نہیں ہے تو پھر ہم ان کے پیچھے کیوں پڑیں! اس سے خاموش رہنا بہتر ہے۔

حالانکہ ہر عقل سلیم رکھنے والا انسان ان کے اس جواب سے ان کی نمایاں شکست اور مغلوبیت کا اندازہ لگا سکتا ہے۔

(إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ (الانعام:٢١

اس آیت کا خلاصہ مولانا مودودی رحمہ اللہ کی تفسیر ''تفہیم القرآن'' کی سورہ مومنوں کی مذکورہ آیت کریمہ کی تشریح سے ماخوذ ہے۔

دلیل نمبر ٢: محترم ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب اپنی کتاب ''انسان کائنات اور قانون فطرت'' کے صفحہ نمبر ١٠' ١١ پر ''انسانی جسم'' کے عنوان سے جدید علوم (تشریح انسانی متعلق) حاصل شدہ علوم ومعارف، سائنسی تجربات اور مشاہدات کی بنیاد پر اس طرح رقمطراز ہیں۔ ''مرد کے پیدائشی مادے سے یعنی نطفے کے ایک مکعب سینٹی میٹر میں اڑھائی کروڑ منی کے جرثومے ہوتے ہیں اور عام حالات میں ایک دفعہ میں کتنے ہی مکعب سینٹی میٹر جتنا مادہ ہوتا

ہے۔ جس میں ماہرین کے اندازے کے مطابق (۵۰) کروڑ جرثومے (منی کے زندہ جراثیم) ہوتے ہیں۔ ان نصف ارب جراثیم میں سے ہر ایک میں ایک مکمل انسان بننے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے، لیکن دوسری طرف صرف ایک جرثومہ عورت کے بیضے میں داخل ہوتا ہے، جو تخلیق انسانی کا باعث بنتا ہے، اسی طرح ہر بالغ عورت کے مخصوص حصے میں (٤) چار لاکھ کچے بیضے موجود ہوتے ہیں، لیکن ان میں صرف ایک بیضہ پکہ ہو کر اپنے مقرر وقت پر ظاہر ہوتا ہے، تاکہ مرد کا کوئی ایک جرثومہ اس میں داخل ہو کر ایک مکمل حیاتی کا یونٹ بن کر حمل کی صورت اختیار کرے، یہاں پر ڈاکٹر صاحب کی عبارت پوری ہوئی۔

اس عبارت سے اللہ خالق کائنات کے وجود پر دلیل ملتی ہے جبکہ سائنس اور جدید علوم انسانی جسم کی تشریح کے متعلق تھی۔ حقیقت ثابت ہوئی کہ مرد کے ایک دفعہ کے نطفہ میں نصف ارب جرثومے ہوتے ہیں جن میں ہر ایک جرثومہ میں ایک مکمل انسان بننے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح عورت کے مخصوص حصہ میں چار لاکھ کچے بیضے موجود ہوتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ مرد کے نصف ارب جرثومے میں سے صرف ایک ہی جرثومہ عورت کے بیضے میں کیوں داخل ہوتا ہے؟ باقی جرثومے کیوں داخل نہیں ہوتے؟ وہ کونسی طاقت ہے جو باقی جراثیم کو عورت کے بیضے میں داخل ہونے سے روکتی ہے؟ بذات خود ان جراثیم میں تو کوئی شعور نہیں ہوتا اور نہ ہی مرد کے نطفے (یا پیدائشی مادہ) میں کوئی سمجھ یا شعور ہوتا ہے۔ پھر کون ہے جو ان کو کنٹرول کرتا ہے اور ایک سے زائد جراثیم کو عورت کے بیضے میں داخل ہونے سے روکتا ہے؟ اسی طرح عورت کے مخصوص حصے میں چار لاکھ کچے بیضے ہوتے ہیں، ان میں صرف ایک ہی پکا ہو کر کیوں ظاہر ہوتا ہے؟ زیادہ کیوں نہیں پکے ہو کر ظاہر ہوتے ہیں؟

ظاہر ہے کہ اگر مرد کے ایک سے زیادہ جرثومے عورت کے بیضے میں داخل ہو جائیں یا عورت کے بھی ایک سے زیادہ کچے بیضے پکے ہو کر مرد کے جرثومے کو قبول کرنے کے لیے ظاہر ہو جائیں تو عورت بیچاری کا کیا حشر ہوتا یہ ہر عقلمند جانتا ہے، اسی حشر یا نقصان کا شعور بے شعور مادے میں کہاں ہے، بہرحال اس سوال کا جواب ان عقل کے دشمنوں کے پاس کہاں سے آیا، ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔

اگر اللہ خالق کائنات قادر مطلق کی ہستی کے قائل ہو جائیں تو اس سوال کا فوراً حل مل جائے گا، یعنی وہ اللہ کی ذات ہے جو مرد کے جراثیم میں سے صرف ایک مرثومے کو عورت کے بیضے میں داخل ہونے کے لیے تیار کرتا ہے اور باقی اجزا کو نہیں چھوڑتا۔

اسی عورت کے تمام بیضوں میں سے صرف ایک کو پکا کر کے مرد کے جرثومے کو اخذ کرنے کے قابل بناتا ہے، باقی بیضے اس کے امر کے مطابق کچے ہی رہتے ہیں اور مرد کے جرثومے کو قبول کرنے کے قابل ہی نہیں ہوتے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار، اس سے ایک بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آج کل کی سائنس خود اللہ تعالی کے وجود پر دلائل فراہم کر رہی ہے اور اسلام کے دین حق ہونے کا ثبوت فراہم کر رہی ہے۔

دلیل نمبر ۳: اس کائنات کے خلا میں کیمیا اجرام فلکی حرکت کر رہے ہیں۔ سورج، چاند، زہرہ، مشتری، زحل، مریخ سفید کہکشاں وغیرہ وغیرہ۔ قرآن کریم تو کہتا ہے:

(كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (الانبیاء: ۳۳

یہ سارے اجرام فلکی اس خلا میں تیر رہے ہیں۔ سائنسدان اور جغرافیہ کے ماہرین کی بھی یہ تحقیق ہے کہ سورج اپنی مدار پر گھوم رہا ہے، چاند زمین کے اردگرد گھومتا ہے۔ باقی دوسرے بے شمار سیارے اور ستارے اپنے اپنے دائرے میں حرکت کر رہے ہیں اور ان کی تحقیق کے مطابق کئی ہزار سال پہلے یہ وجود میں آئے اور اس وقت سے لے کر آج تک حرکت کر رہے ہیں۔ زمین بھی ان کی تحقیق کے مطابق سورج کے اردگرد گھوم رہی ہے اور خود اور خود اپنے اردگرد بھی یومیہ حرکت کر رہی ہے، اب یہ اللہ خالق اکبر کے انکاری بتائیں کہ یہ اتنے بڑے اجسام والے کئی ہزار سالوں سے اپنے دائرے میں حرکت کر رہے ہیں اور ان میں کوئی بھی دوسرے کے دائرے میں ذرا برابر داخل نہیں ہوتا، کوئی بھی اپنی حرکت طلوع یا غروب میں کسی بھی موسم میں ایک سیکنڈ بھی آگے پیچھے نہیں کرتا۔ اتنا بڑا نظام آخر کس طرح چل رہا ہے، وہ کون ہے جو اتنی بڑی جسامت والی مخلوق کو خلا میں ایک میں کنٹرول کیے ہوئے ہے کہ ایک انچ بھی اپنے مدار سے نہیں ہٹتے۔ کیا قادر مطلق کے علاوہ کوئی ہے؟ یا اس بے پناہ قدرت رکھنے والے کے سوائے ممکن ہو سکتا ہے؟ اگر تھوڑی بھی عقل (Sphere) مقرر دائرے والا سوچے گا تو فوراً بول اٹھے گا ہرگز نہیں، ان عظیم اجرام میں سے کوئی بھی اتنے بڑے لمبے عرصے اور لامحدود وقت تک اپنے مدار پر اتنا کھڑا نہیں ہو سکتا کہ ایک بال بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتا۔

علاوہ ازیں اتنے بڑے ہائل شماوی اجرام حرکت تو بعد کی بات ہے، مگر اولاً تو ان کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ وجود میں کیسے آئے؟ کیونکہ کائنات کی کوئی بھی چیز خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی وہ بغیر صانع کے وجود میں نہیں آ سکتی اور نہ ہی کبھی آئی ہے، تو پھر پہلے وہ جواب دیں کہ وہ وجود میں کس طرح آئے؟ ان کے پاس معقول جواب کوئی نہیں ہے۔ صرف حقیقت ثابتہ کو ماننے سے انکار کے شوق میں ایسی الٹی سیدھی باتیں کریں گے جس سے ہر سمجھدار انسان فوراً اندازہ لگا لے گا کہ یہ صواحب محض فالتوں باتیں کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور محض دفع الوقتی اور سمجھ دار لوگوں کو بے وقوف بنانا اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہی ان کا شیوہ ہوتا ہے۔ ان عظیم اجرام کے چھوٹی چھوٹی مثالیں آج سائنس سے فراہم کر دیں عصری سائنسدانوں نے مصنوعی سیارے بنا کر زمین کے چاروں طرف روانہ کر دیئے ہیں جو اس کے اردگرد گھومتے ہیں کیا یہ مصنوعی سیارے خود بخود وجود میں آ گئے؟ ہرگز نہیں۔ بغیر صانع کے خود بخود بن کر اور خلا میں حرکت کرنے لگے؟ یا ان کے بنانے کے بعد خود بخود خلا میں اڑنے لگے، ہرگز نہیں بلکہ ان کے موجد نے ان کو حرکت میں لایا۔ کیا یہ مثالیں ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی نہیں ہیں؟

یعنی جس طرح یہ مصنوعی سیارے یا راکٹ خلا میں بنانے والوں نے بنا کر چلائے اسی طرح یہ عظیم اجرام فلکی کو بھی ایک خالق اکبر نے اپنی قدرت باہرہ سے پیدا کر کے ان کو اپنی مدار میں متحرک کر بنا دیا ہے اور اس خالق اکبر قادر مطلق کا نام 'اللہ'' ہے۔ سائنسدانوں نے میزائل وغیرہ جو کہ ریموٹ کنٹرول (RemoteCnotral) طریقہ پر ہیں، یعنی ایک خاص جگہ یا کنٹرول کا مقام ہوتا ہے وہاں سے یہ فائر کیے جاتے ہیں، جو جہاز وغیرہ کو نشانہ بنا کر اس کی تباہی کا سبب بنتے ہیں اور وہ کنٹرولنگ اسٹیشن سے طاقتور دوربینی (Powerfultelescope) کے ذریعے مشاہدہ بھی کرتے ہیں کہ وہ واقعی نشانے پر لگے ہیں یا نہیں۔ اس ایجاد سے بھی ظاہر ہوا کہ اول یہ میزائل کن کاریگروں نے بنائے، پھر ان کے رکھنے والوں نے ایک خاص نشانے پر فائر کیا۔ نہ یہ سارے خود بخود میں آئے اور نہ ہی وجود میں آنے کے بعد خود حرکت میں آئے اور نہ ہی مطلوبہ جگہ پر خود بخود جا کر لگے، یہ بالکل واضح ہے، پھر آخر اس کائنات کے ان اتنے بڑے اجرام فلکیہ کے بارے میں یہ احمقانہ خیال ان حضرات کو کس طرح آیا کہ وہ خود بخود وجود میں آئے اور خود ہی اپنے دائرے میں متحرک ہو گئے اور ہزاروں سال گزرنے کے باوجود نہ ان کی حرکت میں فرق آیا اور نہ ہی اپنے مدار سے ایک انچ بھی ہٹے ہیں۔ کیا یہ عقلمندوں کی گفتار ہے یا مجنون کی؟ یہی حقیقت ہے جس کی طرف یہ آیت کریمہ رہنمائی کرتی ہے:

(اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ۗ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا (الفاطر: ٤١

یعنی تمام فلکی اجرام اور زمین کو اللہ تعالی ہی اپنے مدار میں اپنی جگہ پر روکے ہوئے ہے۔ ورنہ اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹتے تو کوئی بھی ان کو روک نہیں سکتا۔

اور اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹتے تو جاندار اشیاء کا کیا حال ہوتا، اس کے تصور کرنے سے ہی کپکپی شروع ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے آیت کریمہ کے آخر میں فرمایا کہ ''بیشک اللہ تعالی بردبار اور گناہ بخشنے والا ہے۔'' یعنی اسی وجہ سے بندوں کے گناہوں کے باوجود ان اجرام کو روکے ہوئے ہے اور ان کو چھوڑتا نہیں ہے، اس لیے کہ مخلوق نہ تباہ ہو جائے۔ انسان کی کوئی بھی چیز کتنی ہی بڑی محنت اور کاریگری کے ساتھ کیوں نہ بنائی گئی ہو، خواہ مشینری ہو، انجن

ہو، ہوائی جہاز ہو یا کوئی اور چیز ہو، لیکن وہ دائمی طور پر نہیں چل سکتی ۔ ایک مکینک کسی کو مشین کو چلا تو دیتا ہے ، لیکن وہ چل چل کر خراب یا نقص والی بن جاتی ہے ، لیکن وہ مشین نہ خود بنی اور نہ ہی خود بخود چالو ہوئی ، اس کو چلایا بھی گھڑیاں ہیں لیکن ان پر بھی ہمارا تجربہ ہے کہ وہ بھی ایک وقت کھڑی ہو جاتی ہیں ۔ ہوائی جہاز دیکھو کیسے خلا کو چیر کر چلتا (Automatic) کسی واقف نے ، مگر پھر بھی اک وقت پر وہ خود بخود خراب ہو جاتی ہے ۔ آٹومیٹک ہے ، لیکن اگر ان میں کوئی نقص پیدا ہوا یا چلتے چلتے اگر کھڑا ہوا تو وہ دھڑام سے زمین پر گر کر تباہ ہوگا اور اس میں سوار مسافر بھی اجل کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ کیا ان تمام واقعات کا ہم مشاہدہ نہیں کرتے ؟ بہر حال ان تمام عجیب وغریب اشیاء کو کس نے بنایا اور پھر چلایا اور ان پر کنٹرول بھی کیے ہوئے ہیں لیکن پھر کبھی کبھار حوادثات کا شکار ہو جاتے ہیں تو کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ اتنے بڑے اجسام سورج اور اس کا نظام شمسی ، چاند اور ستارے وغیرہ اور زمین ہزاروں سالوں سے چل رہے ہیں ، لیکن پھر کیوں نہیں وہ رکتے اور نہ ہی ان میں کوئی نقص پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی اپنے مدار سے ایک بال جتنا بھی ادھر اُدھر ہوتا ہے ۔ ان کے طلوع وغروب کا تا ہم مقرر ہے ، جس میں کبھی ایک سیکنڈ تفاوت نہیں ہوا ہے اور ان کی مقررہ رفتار کو دیکھ کر سورج کے طلوع اور غروب اوقات (ہر موسم میں) نقشے کی صورت میں بنائے جاتے ہیں جو کہ تقریبا صحیح ہوتے ہیں اور اسی حرکت اور ہیر پھیر کی بنیاد پر لوگوں کو خبر ہے کہ فلاں مہینے میں گرمی اور فلاں مہینے میں سردی آئے گی ۔

کیا یہ سارا نظام جو کہ اتنا مستحکم اور مضبوط ہے اتنے لمبا عرصہ گزرنے کے باوجود اس میں کوئی تفاوت نہیں کیا ؟ یہ سب کچھ بغیر صانع کے وجود میں آیا ، یہ بغیر قادر مطلق کے باقاعدہ منظم طریقے سے چل رہا ہے ؟ کیا یہ بات انسانی عقل میں آنے جیسی نہیں ہے ایک حقیقت پسند انسان فورا پکار اٹھے گا ، ہر گز نہیں ، ہر گز نہیں ہر گز نہیں ۔ بہر حال اللہ سبحانہ وتعالی کی ذات کے وجود کے دلائل کائنات کے ذرے ذرے میں آنکھیں رکھنے والوں کے لیے موجود ہیں ۔

باقی شیخ سعدی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ۔

گرنہ یند بروز شبیر چشم

چشمہ آفتاب راچہ گناہ

اگر دن میں چمکاڈڑ دیکھ نہیں سکتا تو اس میں سورج کا کوئی قصور نہیں ہے ۔

،ان صاحبوں کو یہ دلائل نظر نہیں آتے تو اس میں اس حقیقت ثابتہ کا کیا قصور ہے

ایسے صاحب اپنی بیمار آنکھوں کا علاج کروائیں ، اگر غور کیا جائے تو دوسرے دلائل بھی پش کیے جاسکتے ہیں ، لیکن اس جگہ پر دلائل کا احصار (شمار) مطلوب نہیں ہے (اگر درخانہ کس است یک حرف بس است) عقلمند کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے ۔ ایک شاعر نے کہا ہے ۔

طوفان نوح لانے سے اسے چشم فائدہ ؟

دو اشک بھی بہت ہیں اگر اثر کریں

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ راشدیہ

صفحہ نمبر 146

محدث فتویٰ